قرآن کے علمی اور سائنسی محرکات

ملک محمد فیروز فاروقی

قرون وسطی میں مسلمان علماء اور حکماء نے ایک عظیم الشان سائنسی فکر کی تشکیل و تدوین اور نشو و نما میں جو کارھائے نمایاں انجام دیئے وہ عالمی تاریخ میں ایک خاص مرتبہ و مقام کے حامل ھیں۔ اس دور میں یونانی تہذیب و تمدن کے گمشدہ خزانوں کو نہ صرف دنیا کے سامنے ایک بار پھر پیش کیا گیا بلکہ ایک قابل رشک اور لاثانی تخلیقی سرگرمی کا آغاز ھوا جس نے آگے چل کر یورپ کی مشہور زمانہ تحریک احیائے علوم میں بھرپور کردار ادا کیا۔(۱)

ریگستان عرب سے اٹھنے والے بدوی خصائل و عادات کے عربوں میں بے پناہ اور حقیقی سائنسی فکر کا میلان کیونکر پیدا ھوا اور وہ کیا اسباب و عوامل تھے جنکی بدولت مسلمانوں کے ھاتھوں تخلیقی اور تحقیقی نوعیت کے بے شمار اور لازوال کارنامے ظہور پذیر ھوئے، اس سوال کا جواب زیر نظر تحریر کا موضوع ھے اور مقصد یہ بتانا ھے کہ مسلمان علماء کیلئے ضروری ھے کہ ان اسباب و عوامل کا صحیح علم حاصل کریں اور عوام میں ان حقائق کا علم عام کریں۔

اس سوال کا جواب عام طور پر مسلمانوں کے سیاسی غلبہ اور اقوام عالم سے تہذیبی و تمدنی روابط اور تجارتی و سیاسی تعلقات میں تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ھے لیکن پیش نظر مضمون میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ھے کہ ھمیں اس سوال کا جواب ''حکمت قرآن'' میں تلاش کرنا چاھئے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مسلمانوں میں سائنسی فکر کی تحریک ایک سے زیادہ اسباب و عوامل کا نتیجہ تھی لیکن اس ضمن میں مرکزی حیثیت

''حکمت قرآن،، کے طاقتور اور مؤثر علمی و فکری محرک کو حاصل تھی جس نے مسلمانوں کو کائناتی مطالعہ و مشاہدہ کی دعوت دی ، تجربی طریق کار کی تعلیم دی ، حقیقی سائنسی روح پیدا کی اور تحقیق و جستجو کو ایک اہم اجتماعی فریضہ قرار دیا ۔ (۲)

مطالعہ کائنات کیلئے سائنسی طریق کار دراصل عمیق غور و فکر ، مقصدی تحقیق و جستجو ، بغور مشاہدہ ، تجربی انداز اور اسباب و علل کا منظم کھوج لگانے سے عبارت ہے ۔ سائنسی طریق مطالعہ کی انہی خصوصیات و لوازمات کی بنا پر سائنس دانوں کا دعوی ہے کہ علم حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ سائنس اور صرف سائنس ہے اور اسی ذریعے سے ہم حقائق کی اصلیت تک پہنچ سکتے ہیں ، واقعات و حوادث کی کڑیوں کے مابین ربط و تعلق کو استوار کرکے ، اسباب و علل کا رشتہ تلاش کرکے قطعی ، یقینی اور منظم و مربوط معلومات حاصل کر سکتے ہیں ۔ سائنس دانوں کے دعوی کا یہ پہلو یقینی طور پر صحیح اور قابل قبول ہے ۔ اس سے انکار ممکن نہیں ۔ لیکن اس میں عقل انسانی پر مکمل انحصار کرکے وحی کی ہدایت کے پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ اس تصور کی یہی سب سے بڑی اور خطرناک خامی ہے (۳)

سوال یہ ہے کہ سائنسی طریق کار کا اصل ماخذ کیا ہے؟ اور اس کے فکری سلسلۂ کار کی تفصیلات کیا ہیں؟ مغرب کے محققین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ انسان کے ماحول اور اسکی ضروریات نے از خود ایسے اسباب مہیا کر دیئے کہ اس نے اپنے گرد و پیش میں غور و فکر کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اس نے مشاہدہ اور تجربہ سے کام لینا شروع کیا ۔ تہذیب انسانی کی تشکیل اور ارتقاء کے فلسفہ کے علماء نے کہا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں

سب سے پہلے اہل یونان نے سائنسی طریق کار کو اپنایا اور اپنے فکری و تعلیمی نظام میں اسے ایک قوت بخش عامل کےطور پر نافذ کیا ۔ لیکن یہ بیان حقیقت سے کوسوں دور ہے اور تہذیبی و معاشری نشو و نما کے فطری فلسفہ کو بڑی خوبصورتی سے جھٹلاتا ہے۔ یونانی معاشرے کا سائنسی فکر، سراسر غیر تجربی ، غیر مشاہداتی ، سطحی اور غیر حقیقت پسندانہ تھا ۔ اس میں واقعیت اور اصلیت اور فکری نظم و ربط کو محض ضمنی حیثیت حاصل تھی ۔ یونانیوں کی علوم و فنون میں عموسی دلچسپی ، جسکی بہتر تشریح جغرافیائی و ماحولی جبریت کے نظریہ کے تحت کی جا سکتی ہے، کو سائنسی فکر کی معراج قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ براعظم افریقہ کے کسی قدیم بدوی معاشرے کو صرف اس بنا پر زرعی علوم کا مؤسس یا بانی قرار دیدیا جائے کہ انہوں نے گندم کی کاشت کی تھی !

''یونانیوں کی قدیم کتابوں میں دو سے زیادہ ایسی چیزوں کا ذکر نہیں ملتا جن کو سائنسی تجربہ کہا جا سکے .. ایک تو فیثاغورث نے تانت کی تھرتھراہٹ معلوم کی اور دوسرےبطلیموس نے انعطاف کا پتا چلایا۔ پلائنی نے اپنے زمانے میں علم فطرت کا دائرۃ المعارف مرتب کیا ہے اس میں بہت سی عجیب و غریب سنی سنائی باتوں کو تو جمع کیا ہے لیکن لفظ ''تجربہ،، کا ایک دفعہ بھی ذکر نہیں کیا (یعنی ان معنوں میں جن سے ہم تجربہ مراد لیتے ہیں) یونان کے نہایت باقاعدہ مفکرین (مثلاً ارسطو) میں ہمیں ایسے معاملات میں بھی حیرت انگیز بے پروائی نظر آتی ہے جن کی توثیق و تصدیق نہایت آسانی سے کی جا سکتی تھی ۔ مثلاً ارسطو لکھتا ہے کہ شیر کی گردن میں صرف ایک ہڈی ہوتی ہے۔ انسان کی آٹھ پسلیاں ہوتی ہیں ، مردوں کے دانت عورتوں سے زیادہ ہوتے ہیں، دھڑکتا ہوا دل صرف مردوں ہی کے سینے میں ہوتا ہے، ماداؤں کی کھوپریوں

میں (نروں سے بالکل مختلف) ایک گول درز ہوتی ہے، انڈے سمندر کے پانی پر تیرتے رہتے ہیں اور اگر سمندر کا پانی لا کھ کے برتن میں رکھا جائے تو وہ پینے کے قابل ہوجاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یونانیوں کے پاس نہ کوئی سائنس تھی نہ سائنسی ذوق تھا، اور ظاہر ہے کہ قدیم و جدید دنیاؤں میں ما بہ الامتیاز صرف سائنس اور سائنسی ذوق ہی ہے،، ۔(۴)

یونانیوں نے ایک ہی سائنس میں کمال پیدا کیا یعنی ریاضیات جو منطق ہی کی ایک قسم ہے، لیکن اس سے بھی ان کی دلچسپی آلہ تحقیق کی حیثیت سے نہیں بلکہ منطق اور ''موسیقی،، کے سلسلے میں تھی۔ افلاطون صرف ریاضی کے طلبہ کو اپنا شاگرد بنایا کرتا تھا لیکن اس کے نزدیک اس لفظ کے معنی کیا تھے؟ وہ اس سے ظاہر ہیں کہ جب آرکٹاس سیناکمس نے ریاضیات ہی کے مطالعے کیلئے چند سرکنے والے پیمانے اور پرکاریں اختراع کر لیں تو پلوٹارک لکھتا ہے کہ ''افلاطون نے نہایت ناراض ہو کر بار بار اسے لعنت ملامت کی اور کہا کہ انہوں نے علم ہندسہ کے تمام حسن کو تباہ کر دیا ہے،، (۵) اہل یونان نے صرف یہی نہیں کیا کہ سائنس کی حقیقی اساس و بنیاد یعنی تجربی تحقیق اور مشاہدے سے تغافل اختیار کیا بلکہ انہوں نے بہ اصرار اس کو ذلیل و حقیر قرار دیا اور اس کی اشد شدید مخالفت کی۔ Aristophanes نے فلکیات اور ہندسہ کی تضحیک کی۔ سیرا کیوز میں ایتھنز کے Nicias کو چاند گرہن کے موقعہ پر کاہنوں اور پیش گوؤں نے اس طرح اپنا شکار بنایا جیسے وہ کوئی وحشی مخلوق ہو۔۔۔۔ سقراط نے کہا کہ آخر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنا وقت اور فکر آسمانوں کے مطالعے میں صرف کریں، ستاروں کے فاصلوں کو ناپیں، مادے کی ماہیت اور کائنات کی ترکیب کے متعلق جھگڑتے رہیں اور

پرندوں ، چرندوں اور درختوں کی تحقیق میں مین میکھ نکالیں ،، (٦) بقراط نے فضا ، پانی اور محل وقوع کے اثرات پر ایک مختصر رسالہ لکھا اور اس میں بے شمار بے معنی ، مبہم اور افسانوی نوعیت کے بیانات درج کئے۔،، (٧)

یہ ہے حقیقت و اصلیت اس طاقتور تہذیبی اور علمی و فکری محرک و عامل کی جس کا ذکر اے جے ٹائن بی اور جیمز شاٹ ویل جیسے عظیم مورخین پورے اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ عصر حاضر کے سائنسی فکر کا سلسلہ اسی یونانی معاشرہ سے ملایا جا سکتا ہے۔ یہی معاشری اکائی (Social Unit) وہ نقطہ آغاز ہے جہاں سے سائنسی فکر اور عقلی فکر کا آغاز ہوا اور اسی معاشرے کے باقیات سے جانشینان یورپ نے دور احیائے علوم میں اس عمل کو مقام عروج و کمال تک پہنچایا۔

رابرٹ بریفالٹ نے ''تشکیل انسانیت،، میں ''مشرق کا راز ،، بیان کرتے ہوئے جس محدود مذہبی تصور کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا اطلاق صرف قدیم معاشری اکائیوں (مثلاً بابلی ، سمیری ، آسوری ، حتی ، کلدانی اور منوی) پر کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ چند صدیوں کے وقفے سے جب اسی سرزمین دجلہ و فرات سے ، انہی دریاؤں کی ترائیوں سے ، صحرائے عرب کی اسی سنگلاخ زمین سے اور اسی ناسازگار جغرافی و تمدنی ماحول میں مشرقی بلکہ سچی اور حقیقی مشرقی تہذیب کی تکوین و تشکیل ہوئی تو اس میں محدود مذہبی تصور تنگ نظری اور مافوق الفطرت ضعیف الاعتقادی کو ''رکن اعظم،، کی حیثیت ہرگز ہرگز حاصل نہ تھی۔ ماحول کی جبریت نے روایتی کردار ادا کیا نہ نسلی ، ثقافتی اور تہذیبی نوعیت کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلقات و روابط نے کوئی اثر ڈالا۔

قرون وسطی کی عظیم الشان علمی و فکری سرگرمی کے سارے پس منظر

میں اگر سب سے زیادہ اهمیت ہے تو قرآن کریم کے سائنسی محرکات کو، جنھوں نے انسان کے سامنے علم و فکر کی نئی نئی راهیں کھولیں، ذهنوں کی صحیح خطوط پر تربیت کر کے ایک خاص سائنسی اور تجربی سانچے میں ڈھالا، کائناتی اسرار و رموز کو کھولنے اور طشت ازبام کرنے کی دعوت دی اور ایسے تحقیقی ذرائع و وسائل مہیا کردیے جو بالآخر ایک زندہ و تابندہ سائنسی فکر اور علمی سرگرمی کا پیش خیمه ثابت هوئے۔ لہذا هم قرآن کریم، کے انهی سائنسی محرکات کو ''حکمت قرآن،، کے مطالعه کا مرکز و محور قرار دیکر متعلقه آیات کی تشریح و توضیح کریں گے

قرآن پاک نے انسان کی توجه کائنات اور اس کی تخلیق و تکوین کی طرف مبذول کرائی ہے(۸) اور اس امر کی بتکرار دعوت دی که وہ غور و فکر کی تماتر صلاحیتوں سے کام لیکر کائنات کے هر شعبه میں پائی جانے والی ترتیب، تنظیم، تجویز، تکمیل، وحدت، یکسانیت، اثر انگیزی، تسلسل، مقصدیت، تطابق و توافق، ریاضیاتی فکر اور سائنسی خاصیت کا بغور جائزہ لے۔ قرآن کریم نے اسے ایک اختیاری فعل قرار نہیں دیا بلکه به تاکید توجه مبذول کرائی ہے۔

و فی الارض آیات للموقنین ۔ و فی انفسکم افلا تبصرون ۔

یقین رکھنے والوں کیلئے زمین (کی طبعی وغیر طبعی اشکال اور خد و خال) میں اور خود تمہاری ذات (Personality) میں واضح دلائل و براهین موجود هیں، (۹)

سورہ حم السجدہ کی آیت میں ''الارض،، کی جگه ''آفاق،، کا لفظ استعمال کر کے معنی و مفہوم کی دنیا کو مزید وسیع کر دیا ہے۔

سنریهم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق ط ۔

(ہم عنقریب انہیں آفاق (کائنات) میں اور خود انکے اپنے نفس میں ایسے (محیر انعقول) دلائل دکھادیں گے کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ حق وہی ہے جسے قرآن پیش کرتا ہے ۔ (۱۰)

ہر دوآیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک نے قرون وسطی کے جاہل، ضعیف الاعتقاد اور بھولے بھٹکے انسان کو دعوت دی کہ گرد و پیش کے حالات و کوائف پر نظر ڈالو۔ کائنات کی وسعتوں کا جائزہ لو۔ آفاق کے کونے کونے پر نگاہ رکھو اور انکی گہرائیوں میں ڈوب کر، گم ہوجانے کی بجائے، نیا فکر، نیا ولولہ، نیا جذبہ اور نئی فکری بنیاد و اساس لیکر باہر آؤ اور کائناتی اسرار و رموز کو منکشف کرو۔ آفاق میں چونکہ الارض (زمین) کو سب سے زیادہ معاشری و تمدنی اہمیت حاصل ہے اسلئے اس کا علیحدہ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ اپنے کرہ ارضی کا بالخصوص مطالعہ کرو، قدم قدم پر نئے حقائق سامنے آئیں گے اور تخلیقی‌عمل کی تفصیلات تم پر کھلیں گی۔ پھر بتایا کہ آفاق کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کا مطالعہ بھی کرو، اپنی تخلیق کو دیکھو، اس کے لوازمات اور متضمنات پر غور کرو، اپنی ذات کے نشو و ارتقا کو موضوع فکر بناؤ اپنی عادات و خصائل کا تجزیہ کرو، ماحول کے ساتھ ان کا رشتہ معلوم کرو اور اس عظیم الشان تخلیق و تکوین کے استدلال کو سمجھو کہ کس حقیقت پر دلالت کرتا ہے ۔

''آفاق،، میں پائے جانے والے حقائق و دلائل کا ذکر قرآن نے متعدد مقامات پر کیا ہے:۔

ان فی خلق السموات والاض واختلاف اللیل والنہار لایات لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً وعلی جنوبہم و یتفکرون

فی خلق السموات والارض ربنا ماخلقت هذا باطلاً ۔

(یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق، اور رات دن کے بالترتیب آنے جانے (کے نظام) میں ان اہل بصیرت اور دانش وروں کیلئے دلائل موجود ہیں جو اللہ تعالی کو ہر حالت میں، کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی یاد کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر (اور تحقیق و ریسرچ) کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا،، (۱۱) سورہ یونس میں ہے:۔

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنه ۔ ذالکم اللہ ربکم فاعبدوه افلا تذکرون ۔

(تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام (ادوار) میں پیدا کیا اور پھر اپنے تخت قدرت پر متمکن ہوا اور نظام کائنات کی تدبیر و تنظیم کی ۔ اسکی اجازت کے بغیر کوئی شفیع نہیں ۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے۔ اسی کی عبادت و اطاعت کرو۔ کیا تم ایسے واضح دلائل کے باوجود غور و فکر سے کام نہیں لیتے (۱۲) سورہ الانعام میں ہے:۔

وھوالذی انزل من السماء ماءً فاخرجنا به نبات کل شیئ فاخرجنا منه خضراً نخرج منه حباً متراکباً و من النخل من طلعها قنوان دانیة وجنٰت من اعناب والزیتون والرمان مشتبها وغیر متشابه ط انظروا الی ثمره اذا اثمر و ینعه ۔ ان فی ذالکم لایات لقوم یؤمنون ۔

(اللہ ہی ہے جس نے آسمان سے بارش کا پانی اتارا اور اس پانی کے ذریعے ہر طرح کی نباتات کو اگایا ۔ ہم پودوں کی سبز کونپلیں نکالتے ہیں اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور بھی گابھے میں لٹکتے ہوئے گچھوں اور انگوروں کے باغوں، زیتون اور انار کو دیکھو

کہ بعض خصوصیات میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ھیں اور بعض خصوصیات میں مختلف (بھی) ھیں۔ تم ان پھلوں کے پھلنے اور پکنے (کے نباتاتی طریق) پر غور کرو۔ ان میں ایمان والوں کیلئے بہت سے دلائل موجود ھیں (۱۳)

ومن آیاته خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ط ان فی ذلك لایات للعلمین۔

(آسمانوں اور زمین کی تخلیق اسی (ذات باری تعالی) کے نشانات و دلائل میں سے ھے اور دیکھو تمہاری زبانوں اور رنگوں میں پائے جانے والے علاقائی اختلافات میں بھی اھل علم کے غور و فکر کیلئے نشانیاں موجود ھیں)۔

و من آیاته یریکم البرق خوفاً و طمعاً و ینزل من السماء ماء فیحی به الارض بعد موتها ؕ ان فی ذلك لایات لقوم یعقلون۔

(اور اسی کے نشانات میں سے ایک آسمانی بجلی ھے جسے وہ خوف یا امید دلانے کیلئے دکھاتا ھے اور آسمان سے پانی برساتا ھے۔ پھر زرعی صلاحیت کھو چکنے والی زمین کو اس پانی کے ذریعے کھیتی باڑی کے قابل بناتا ھے۔ عقل والوں کیلئے ان باتوں میں دلائل موجود ھیں) (۱۴)

دوسرے مقام پر مزید وضاحت سے بتایا :۔

الله الذی یرسل الریاح فتثیر سحاباً فیبسطه فی السمآء کیف یشآء و یجعله کسفاً فتری الودق یخرج من خلله فاذا اصاب به من یشآء من عباده اذاھم یستبشرون۔ و ان کانوا من قبل ان ینزل علیهم من قبله لمبلسین ۔فانظر الی اثار رحمت الله کیف یحیی الارض بعد موتها ؕ

(الله ھی ھے جو بادلوں کو ابھارنے والی اور اوپر اٹھانے والی ھوائیں چلاتا ھے پھر انہیں اپنی مشیت کے مطابق آسمان کے کسی حصے میں بھیجتا ھے، پھیلا دیتا ھے اور انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ھے۔ پھر تم دیکھتے ھو کہ ان میں سے بارش

ہونے لگتی ہے۔ جس آبادی (یا علاقہ) پر برسانا مقصود ہوتا ہے برسا دیتا ہے اور وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں حالانکہ بارش ہونے سے پہلے وہ نا امید اور مایوس ہوچکے ہوتے ہیں۔ اللہ کی رحمت کے آثار و علامات کو دیکھ کر غور و فکر سے دیکھو کہ وہ بارش کے ذریعے ناکارہ اور بنجر زمین کو کیونکر کارآمد بناتا اور زندہ کرتا ہے۔(١٥)

والانعام خلقها لکم فیها دفءٌ و منافع و منها تأکلون ۔ و لکم فیها جمال حین تریحون و حین تسرحون ۔ و تحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بلغیه الا بشق الانفس ان ربکم لرؤف رحیم والخیل والبغال والحمیر لترکبوها و زینةً و یخلق ما لا تعلمون ۔

اور چارپایوں کو دیکھو ! انہیں (بھی) اللہ نے ہی پیدا کیا ہے۔ ان میں تمہارے لئے موسم سرما میں بچنے کا سامان ہے اور دیگر بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کا گوشت تم کھاتے ہو اور تم جب صبح کے وقت انہیں چرانے کیلئے چراگاہوں اور جنگل میں لے جاتے ہو اور جب شام کو واپس لاتے ہو۔ تو ان میں تمہارے لئے عزت و شان بھی ہے۔ اور یہ چوپائے دور دراز کے شہروں تک تمہارے سامان کو اٹھا کر لے جاتے ہیں جہاں تم محنت شاقہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے ۔ بے شک تمہارا رب نہایت شفقت والا مہربان ہے۔ اسی نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور یہ تمہارے لئے رونق کا سامان بھی ہیں ۔ ان کے علاوہ رب تعالی اور چیزیں بھی پیدا کرتا ہے جو (اس وقت) تمہارے علم میں نہیں ہیں۔(١٦)

هوالذی انزل من السمآء ماءً لکم منه شراب و منه شجر فیه تسیمون ۔
ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب و من کل الثمرات ۔

ان فی ذالك لاية لقوم يتفكرون۔

وهی هے جو تمہارے لئے آسمان سے بارش برساتا هے۔ اس سے تم پیتے بهی هو۔ (تمہارے) درخت شاداب هوتے هیں جن میں تم اپنے مویشیوں کو چراتے هو۔ اسی (بارش) پانی سے وہ تمہارے لئے کهیتی اور زیتون اور کهجور اور انگور اور بے شمار پهل پیدا کرتا هے۔ غور کرنے والوں کیلئے ان میں نشانی اور دلیل موجود هے۔ (۱۷)

و سخر لکم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره۔

ان فی ذالك لايات لقوم يعقلون وما ذرأ لكم فی الارض مختلفاً الوانه

ان فی ذلك لاية لقوم يذكرون۔

اور اسی قادر مطلق نے تمہارے لئے رات اور دن ، سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ۔ اسی کے حکم سے ستارے بهی کام میں لگے هوئے هیں۔ اهل عقل و دانش کیلئے اس عمل فطرت میں نشانیاں هیں ۔ غور و فکر کا سامان هے اور دیکهو کہ زمین میں سے مختلف رنگوں کی اشیاء تمہارے فائدے اور استعمال کیلئے پیدا کیں ۔ (زمین کی زرعی صلاحیتوں کے) اس (معجزنما) عمل میں بهی نصیحت لینے والوں کیلئے دلائل موجود هیں۔ (۱۸)

زیر نظر مقالہ کا دامن اس قدر وسعت کا حامل نہیں هے کہ ان آفاقی دلائل کی پوری تفصیل درج کی جا سکے ۔ بہر حال مندجہ بالا آیات کا مفهوم اس امر کو واضح کر دیتا هے کہ اس کتاب مقدس نے قرون وسطی کے انسان کے سامنے غور و فکر کا ایک وسیع میدان رکها اور اسکی حوصلہ افزائی کرتے هوئے کہا کہ کائنات کے ان اسرار و رموز سے پردہ اٹها کر انهیں واشگاف انداز میں پیش کرنا تمہارا فرض هے اور جو لوگ اپنی صلاحیتوں کو اس فرض کی تکمیل میں صرف نہیں کرتے وہ ''چوپایوں سے بدتر،، هیں (۱۹) قرآن کریم کے انهی

طاقتور اور مؤثر محرکات نے مسلمانوں میں ایک ایسا عمومی جذبہ اور ذوق وانہماک پیدا کر دیا جو بالآخر اسلامی معاشرہ کی معاشرتی، سیاسی اور سماجی نشو و نما کے ساتھ ساتھ وقت کے عامل کے زیر اثر ایک بے مثال اور عظیم الشان سائنسی روح اور تکنیکی طرز فکر پر منتج ہوا ۔ انہی قرآنی محرکات نے مسلمانوں کو ایک صحیح توضیحی نظریہ عطا کیا جس نے کائنات کی تخلیق و مقصدیت کی مبنی بر حقیقت تشریح کی ، ایک منہاج تحقیق دی جس نے مسلمانوں کے سائنسی اور جغرافیائی فکر کو ممتاز، اعلی و ارفع بنا دیا اور کائناتی حقائق کی ایسی متحرک و فعال تعبیر سے مالا مال کر دیا جس نے یورپ میں احیائے علوم کی تماتر تحریکات کیلئے موثر اسباب و عوامل مہیا کئے اور جدید سائنسی علوم کے اساسی نظریات کو جنم دیا ۔

اگر عرب معاشرے پر یونانی سائنسی افکار و نظریات کے اثرات پائے جاتے تو قدیم عربی ادب میں ان کا لازماً کہیں ذکر ہوتا ۔ جب سرے سے ان اثرات کا وجود ہی محل بحث ہو تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ و سلم نے عرب کے یہودی علماء سے کائنات یا اس کی تخلیق کے بارے میں جو سنا قرآن میں درج کر دیا ؟ آج اسلام کے بہت سے نادان دوست بھی قرآن کریم کی تشریح و توضیح اس انداز میں کر رہے ہیں کہ گویا سائنس اور قرآن دو متصادم چیزیں ہیں، ان کا اتصال پہلے ہوا نہ آئندہ ہو سکے گا اور جسقدر جلد ہو سکے اسلامی معاشرے سے سائنسی سوچ کو اور سائنسی افکار و نظریات کو نکال باہر کیا جائے ۔

مندرجہ بالا آیات کے مطالعہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کتاب مقدس نے کائنات کے ہر گوشے کی طرف انسان کی توجہ صرف اس لئے نہیں مبذول کرائی کہ مظاہر فطرت اور قوانین قدرت کو دور سے ایک نظر دیکھ لیا جائے۔ اگر قرون

اولی کے مسلمان ان آیات کا یہ مفہوم اخذ کرتے تو وہ سائنسی فکر کے افق پر راھنما ستارے بن کر کبھی نہ چمکتے ۔ انھیں متعدد سائنسی نظریات کا بانی اور مبلغ قرار نہ دیا جاتا ۔ وہ بے شمار مفید ایجادات کو منظر عام پر نہ لا سکتے ۔ لہذا تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ قرون اولی کے مسلمانوں نے ان قرآنی محرکات کو صرف پڑھنا اور تلاوت کرنا کافی نہیں سمجھا ۔ انھوں نے ان کے مفہوم کی گہرائیوں تک پہنچنے میں زندگیاں صرف کر دیں اور اپنی پوری صلاحیتوں سے کام لے کر ایک ایسی همه گیر تحریک کا آغاز کیا جس نے قرون وسطی کی ''تاریکیوں،، میں علم و فن کی شمع نہ صرف روشن رکھی بلکہ دنیا کے کونے کونے کو اس کی روشنی سے منور کر دیا ۔ ''و یخلق مالا تعلمون،، کے الفاظ پر غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ھے کہ کائناتی تخلیق کا عمل آج سے کروڑوں برس قبل شروع ھو کر رکا نہیں بلکہ جاری ھے(۲۰) اور یہ تخلیق در اصل کوئی ایسا عمل نہیں جو الگ تھلگ ھو اور کسی دوسرے عمل سے مربوط نہ ھو بلکہ یہ کائناتی عمل کے سلسلہ کی ایک کڑی ھے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ھے :-

سبح اسم ربك الاعلی الذی خلق فسوی ط والذی قدر فهدی ۔

پاکی بیان کر اپنے رب کے نام کی جو اعلی اور بلند ھے جس نے تخلیق کی اور پھر تسویہ کے ذریعے (عمل تخلیق کے نتائج کو) درست اور مکمل کیا ۔ اس نے ھر چیز کا صحیح اندازہ (تقدیر) قائم کیا اور پھر قوانین قدرت جاری کردیئے ۔ (۲۱)

قرون اولی کے مسلمانوں نے قرآن کریم کے مفہوم کو اسلئے کما حقه سمجھا کہ وہ اھل زبان تھے انھیں قرآنی اصطلاحات کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی ۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے قرآن کو قرآن کی روشنی میں سمجھا

اور تفہیم قرآن کے کسی بھی ذریعے کو قرآن پر فوقیت نہیں دی۔ جب تک مسلمان اس اصول پر کاربند رہے اور اسلامی نظام تعلیم میں قرآن کو مرکزی اور محوری مقام حاصل رہا اسوقت تک مسلمان صحیح سائنسی فکر کے علمبردار رہے اور دنیا میں چھائے رہے۔ لیکن جب قرآن پر یقین رکھنے والوں نے اور قرآن کی تلاوت کرنے والوں نے اس کتاب مقدس کو اس کے صحیح مقام سے محروم کردیا تو انسانی علوم و فنون کے میدان میں مسلمانوں کی حیثیت مسلمہ نہ رہی۔ متحرک قرآنی مطالعہ اور قرآنی مفہوم پر براہ راست رسائی کے اصول کو ترک کر دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ تفہیم قرآنی کے ذرائع کو خود قرآن پر اولیت و فوقیت حاصل ہوگئی اور اسلامی نظام تعلیم میں قرآن کی حثیت مرکزی و محوری کی بجائے محض ثانوی بلکہ برائے نام ثانوی رہ گئی۔ مسلمانوں نے قرآن کے براہ راست مطالعہ سے رشتہ توڑ کر نقلی دلائل ، روایات و حکایات ، تصوف اور باطنی تعلیم سے اپنا رشتہ استوار کر لیا اور یوں از خود علوم و فنون کی امامت و قیادت کے منصب سے محروم ہوگئے۔ اس خلا کو افکار مغرب کی گمراہی نے پر کیا اور اسلامی معاشرے کی فکری کمزوری اپنی انتہائی حد کو پہنچ گئی کہ حاملان قرآن نے جو دراصل حقیقی سائنسی روح کو جنم دینے والے ، تجربی اساس و بنیاد کو فراہم کرنے والے اور انسانیت کو کائنات کے اسرار و رموز کو منکشف کرنے کی تعلیم دینے والے تھے ، اس نظریہ کے علمبردار بن بیٹھے کہ مذہب اور سائنس دو متصادم نظریے ہیں اور انسانی معاشرہ کی فلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اسے سائنس سے پاک نہیں کر دیا جاتا۔ سیاسی زوال کے ساتھ یہ فکری جمود و تعطل اورر انحطاط شروع ہوا جو آج تک جاری ہےاور نہ معلوم جہالت کی یہ تاریک و طویل رات کب اختتام پذیر ہوگی، کب سویرا ہوگا جب مدتوں سے سویا ہوا مسلمان بیدار ہو کر ''حکمت گم گشتہ،، کی تلاش

میں نکلے گا اور اغیار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تماشائے حیات میں باقاعدہ شریک بنے گا اور زمانہ حاضر کے شدید ترین اور خطرناک علمی و فکری چیلنج کا جواب دے سکے گا۔

نشاۃ ثانیہ کی کوئی کوشش بار آور ثابت نہیں ہو سکتی جب تک ہم قرآن کریم کو کھویا ہوا مرتبہ و مقام واپس نہیں دلائیں گے۔ موجودہ روش اور طرز عمل کے ساتھ، جو ہم صدیوں سے قرآن کریم کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہیں، شاید قرنوں میں بھی ہم نشاۃ ثانیہ کے خواب کی تعبیر نہ دیکھ سکیں۔ ہمارے نظام میں سے جب تک دینی اور دنیاوی علوم کی تفریق کو مٹایا نہ جائے گا اور جب تک علوم و فنون کے تمام دھاروں کا رشتہ قرآن کریم کی ابدی اور لازوال مرکزیت سے نہ قائم کیا جائے گا اس وقت تک ہم کاغذ پر منصوبے بنانے کے سوا کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس وقت ہمارے ایک نظام تعلیم میں قرآن پاک کی تعلیم اس انداز میں دی جاتی ہے کہ مطالب قرآن پر عبور حاصل ہونا تو در کنار اس کتاب مقدس کے انقلابی کردار سے آگہی بھی حاصل نہیں ہو پاتی اور دوسرے نظام تعلیم میں نئی نسل کو قرآن سے منحرف کرنے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کو ہماری زندگیوں میں اثر و نفوذ حاصل نہیں اور اثر و نفوذ کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے کہ ''حکمت قرآن،، کی طرف رجوع کیا جائے۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے میرا مقالہ ''احیائے علوم اور مسلمان،، فکر و نظر جون ۱۹۷۰ء۔ اس موضوع پر یہ ایک تعارفی مضمون ہے۔ میرے سامنے جو تفصیلی تحقیقی منصوبہ ہے اس پر میں تقریباً پانچ برس سے کام کر رہا ہوں۔ اس منصوبہ کے تعارف کے لئے دیکھئے میرا مقالہ ''اسلامی تحقیق: جدید تقاضے اور منصوبہ بندی،، فکر و نظر، جولائی ۱۹۷۶ء۔

(٢) دیگر اسباب و عوامل پر بحث میں نے اپنی غیر مطبوعہ کتاب ''علم جغرافیہ میں مسلمانوں کی خدمات،، میں کی ہے اور ''حکمت قرآن،، کے باب میں قرآن کریم کے سائنسی محرکات کا بھی تفصیلی جائزہ ہے۔ یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہو چکی ہے اور انشاءاللہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر مارکیٹ میں آجائےگی۔

(٣) تفصیل کے لئے میرے مقالہ ''مطالعہ کائنات کا قرآنی نظام حکمت،، (فکر و نظر فروری، ١٩٧٦) سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

(٤) رابرٹ بریفالٹ، تشکیل انسانیت (اردو ترجمہ عبدالمجید سالک) لاہور ١٩٦٦ء ص ٢٢٥-٢٢٦

(٥) ایضاً

(٦) ایضاً۔ ص ٢٢٨۔

(٧) بقراط ''فضا، پانی اور محل وقوع کے اثرات،، باب ١٣، ١٤ اور ٢٤۔ (مترجم اے۔ جے۔ ٹائن بی، مشمولہ کتاب ''یونانیوں کا فلسفہ تاریخ،، از ہومر تا عہد ہرقل) ص ١٦٧-١٦٨-١٦٩۔

(٨) اضافی مطالعہ اور مفید معلومات کے لئے ملاحظہ کیجئے میرا مقالہ ''قرآن کے سائنسی و جغرافیائی حقائق،، فکر و نظر۔ اگست ١٩٧٨ء۔

(٩) القرآن، الذاریات، ٢١۔

(١٠) القرآن، حم السجدہ، ٥٣۔

(١١) القرآن الکریم، آل عمران۔ ١٩٠-١٩١۔

(١٢) القرآن، یونس، ٣۔

(١٣) الانعام، ١٠٠۔

(١٤) الروم، ٢٤۔

(١٥) الروم، ٤٨ تا ٥٠۔

(١٦) النحل، ٥-٨۔

(١٧) النحل، ١٠-١١۔

(١٨) النحل، ١٢-١٣۔

(١٩) القرآن، الانفال، ٢٢۔

(٢٠) قرآنی الفاظ ''ویزید فی الخلق ما یشآء، بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

(٢١) القرآن، الاعلیٰ، ١-٣۔